© rasailojaraid.com

پیچھے ہوسکتی ہے۔ لیکن عالمی اسلامی تقویم کی تاریخ عیسوی تاریخ کی طرح ساری دنیا میں ایک ہی رہے گی۔ تاہم عالمی ہجری تقویم جس کا ۵۴ ہجری قبل کا سال یکشنبہ سے شروع ہوتا ہے اگر محرم اور صفر کے مہینے ۳۰، ۳۰ دنوں کے مان لئے جائیں، کیونکہ تقویم میں محرم ۳۰ دن کا اور صفر ۲۹ دن کا مانا گیا ہے، تو اس صورت میں ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کو ہی آتا ہے۔

اس طرح اس تاریخ کے بارے میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔ یقینی طور پر مقامی رویت ہلال کے مطابق ۱۲ ربیع الاول ۵۴ ہجری قبل میں بروز دوشنبہ کو ہی پڑا ہوگا جو مطابق ۵۷۰ء کے ہوتا ہے۔ اس طرح سے اگر حضورؐ کی ولادت ۵۴ ہجری قبل (۵۷۰ء) مان لی جائے تو حضورؐ کی وفات شمسی سال کے مطابق ۶۳ ویں سال میں، اور قمری سال کے مطابق پورے ۶۴ سال میں ہوتی ہے۔

محمود پاشا فلکی نے حضورؐ کی ولادت کا سال ۵۳ھ ہجری قبل کا تعین کیا ہے۔ یہ سال عالمی قمری (ہجری) تقویم کے مطابق جمعہ کے دن سے شروع ہوتا ہے اس طرح سے دوشنبہ کا دن ۸ ربیع الاول کو آتا ہے۔ پھر بھی اگر محرم اور صفر کے مہینوں کو ۲۹، ۲۹ دن کا مان لیا جائے تو ۹ ربیع الاول دوشنبہ ۵۳ ہجری قبل میں آسکتا ہے، جو مطابق ۵۷۱ء کے ہوتا ہے اس طرح سے اگر یہ مان لیا جائے کہ حضورؐ کی ولادت ۹ ربیع الاول بروز دوشنبہ کو ہی ہوئی ہے تو محمود پاشا نے جو ۹ ربیع الاول ۵۳ھ ہجری قبل مطابق ۵۷۱ء کا تعین کیا ہے وہ ہجری تقویم کے مطابق درست ہے۔

لیکن جہاں تک سوال ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ۹ ربیع الاول کو متولد ہونے کا تو اس سلسلہ میں قرون اولیٰ کے اہل سیر اور مورخین کی کوئی مستند روایات نہیں ملتی ہیں جبکہ ۱۲ ربیع الاول بروز دوشنبہ کے بارے میں مستند اور صحیح روایات موجود ہیں اور اس پر محدثین و علماء کرام کا اتفاق بھی ہے۔

عیسوی تقویم کی تاریخوں کا تجزیہ

جہاں ایک طرف حضورؐ کی ولادت کے سلسلہ میں قمری مہینہ کی تاریخوں کے مطابق مختلف اختلافی روایات موجود ہیں، وہیں دوسری طرف عیسوی تقویم کی تاریخوں میں بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بہت اختلاف ہے کچھ مستشرقین (ORIENTALISTS) اور کچھ دوسرے اہل علم نے اپنی تحقیقات کی بنا پر مختلف تاریخوں کا تعین کیا ہے، جو ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس ذیل میں ان کا بھی ایک اجمالی احاطہ کیا جائے۔ اور ہر ایک تاریخ کے بارے میں اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی جائے، جس سے ان عیسوی تاریخوں کی صحیح حیثیت کا جائزہ لیا جا سکے۔

اس سلسلہ میں اہل علم جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت عیسوی تقویم کے مطابق متعین کی ہے، وہ ہیں ایم کوسین ڈی پرسیوال (M. CAUSSIN DE PERCEVAL) انہوں نے ۲۰ اگست ۵۷۰ء، ڈاکٹر گستاولی بان (DR. G. LE BON) نے ۲۹ اگست ۵۷۰ء، محمود پاشا فلکی اور (DR. ALOYS SPRENGER) نے ۲۰ اپریل ۵۷۱ء، ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ۱۷ جون ۵۶۹ء، حبیب الرحمن خان نے ۹ دسمبر ۵۶۹ء اور شیعہ مورخین نے ۹ مئی ۵۷۰ء کا تعین کیا ہے۔

ان عیسوی تاریخوں کا تجزیہ (ANALYSIS) کرنے اور ہجری تاریخوں میں بدلنے پر معلوم ہوا کہ ۲۰ اگست ۵۷۰ء (جو جدید عیسوی تقویم کے مطابق ہے) مطابق دوشنبہ ۲۹ جمادی الثانی ۵۴ ہجری قبل ہے۔

اس طرح سے ۲۷ اگست ۵۷۰ء (جو جدید عیسوی تقویم کے مطابق ہے) مطابق دوشنبہ ۸ ربیع الاول ۵۳ ہجری قبل ہے۔ (اگر محرم اور صفر کے مہینوں کو ۲۹، ۲۹ دنوں کا مان لیا جائے تو یہ تاریخ ۹ ربیع الاول ہو سکتی ہے اور اس سے عیسوی تاریخ میں کوئی فرق نہ آئے گا اور ۲۰ اپریل ہی رہے گی)

۱۷ جون ۵۶۹ء (جو قدیم عیسوی تاریخ کے مطابق ہے) مطابق دوشنبہ ۱۵ ربیع الثانی ۵۵ ہجری قبل ہے۔

۹ دسمبر ۵۶۹ء (جو قدیم عیسوی تاریخ کے مطابق ہے) مطابق دوشنبہ ۱۲ شوال ۵۵ ہجری قبل ہے۔

اور اسی طرح ۹ مئی ۵۷۰ء (جو قدیم عیسوی تقویم کے مطابق ہے) مطابق جمعہ ۱۷ ر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ربیع الاول ۵۴ ہجری قبل ہوتی ہے۔

ان مندرجہ بالا عیسوی تاریخوں کا تجزیہ کرنے اور انہیں ہجری تقویم کی تاریخوں میں تبادلہ (CONVERT) کرنے پر معلوم ہوا کہ ان میں سے کوئی بھی تاریخ عین ۱۲ ربیع الاول کے مطابق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ صرف دو تاریخوں کو چھوڑ کر باقی تاریخیں ربیع الاول کے مہینہ میں بھی نہیں پڑتی ہیں۔ تاریخ کے علاوہ سال ولادت میں بھی تفاوت ہے۔

کیونکہ DR. G. LE BON (M. CAUSSIN DE PERCEVAL) اور شیعہ مورخین نے سال ولادت ۵۷۰ء کا تعین کیا ہے، جو مطابق ۵۴ ہجری قبل ہے۔

محمود پاشا فلکی اور DR. ALOYS SPRENGER نے سال ولادت ۵۷۱ء کا تعین کیا ہے جو مطابق ۵۳ ہجری قبل ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ اور حبیب الرحمٰن خان نے سال ولادت ۵۶۹ء کا تعین کیا ہے، جو مطابق ۵۵ ہجری قبل ہوتا ہے۔

اس طرح سے اہل تحقیق تاریخ کے علاوہ سال میں بھی اتفاق نہیں کرتے ہیں اور سال ولادت کا الگ الگ تعین کیا ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ تاریخ اور سیرت کی اولین کتابوں میں واضح طور پر یہ نہیں ملتا ہے کہ آپؐ کی ولادت تقویم کے اعتبار سے کس سال میں ہوئی۔ بلکہ یہ ہے کہ آپؐ کی ولادت عام الفیل کے سال میں ہوئی ہے۔ اب عام الفیل کا واقعہ کس سال میں ہوا؟ اس کا تعین مختلف محققین نے اپنی اپنی تحقیق کے مطابق کیا ہے جس سے سال ولادت میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ (جاری)

حوالہ جات

۱؎ P. 48. MUHAMMAD HUSAYN HAYKAL "THE LIFE OF MUHAMMAD"

۲؎ بقول دمیاطی ۵۵ دن، اور بقول شہیلی ۵۰ دن۔ جسے شاہ اشرف علی تھانوی نے "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب" میں صفحہ ۲۳ پر نقل کیا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۳ مترجم علامہ محمد اشرف سیالوی، سیرت سید الانبیاء، دہلی ۱۹۸۳ء، ص۱۲۱ (فوٹ نوٹ)
۴ MOHAMMAD HUSAYN HAYKAL "THE LIFE OF MOHAMMAD" P. 48
۵ الصافات ۴
۶ سیرت سید الانبیاء ص۱۱۸، بقول حضرت براء جسے امام عبدالرحمٰن ابن جوزی نے نقل کیا ہے "الوفا باحوال المصطفٰی"
۷ MOHAMMAD HUSAYN HAYKAL "THE LIFE OF MOHAMMAD" P. 48
۸ "پیغمبر اسلام کی ولادت" رسالہ راہ اسلام شمارہ ۵۸ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ صفحہ ۷۔
۹ سید ابوالاعلیٰ مودودی، سیرت سرور عالم، جلد دوم، ص۹۴
۱۰ پیغمبر اسلام کی ولادت، رسالہ راہ اسلام، شمارہ ۵۸ جمادی الاول ۱۴۰۳ھ صفحہ ۹۔
۱۱ سیرت ابن ہشام جلد اول مترجم مولانا عبدالجلیل صدیقی (دہلی ۱۹۸۲ء) ص۱۸۲
۱۲ سرور عالم، جلد دوم، ص۹۴
۱۳ THOMAS PATRICK HUGHES "DICTIONARY OF ISLAM" (N. DELHI-1982) P. 42
۱۴ القرآن مترجم علامہ یوسف علی (انگریزی) فوٹ نوٹ نمبر ۱۲۹۵ ص۴۵
۱۵ ابو جعفر محمد ابن جریر طبری، تاریخ طبری جلد اول (اردو) ص۱۴۰
۱۶ سیرت سید الانبیاء ص۸۱۸، ۸۱۹
۱۷ سیرت سرور عالم جلد دوم ص۹۴ اور
THOMAS PATRICK HUGHES "DICTIONARY OF ISLAM" (N. DELHI-1982) P. 368
۱۸ G. LE BON "CIVILISATION DES ARABIS" URDU TR. "TAMADDUNE ARAB" (تمدن عرب) (HYDERABAD, 1936) P. 91,
۱۹ علامہ شبلی نعمانی "سیرت النبی" جلد اول، ص۱۷۱ DICTIONARY OF ISLAM P. 368
۲۰ DR. MOHAMMAD HAMIDULLAH "MUHAMMAD RASULALLAH" (SAW) (HYDERABAD. 1974) P. 4
۲۱ حبیب الرحمٰن خان "مفتاح التقویم" (نئی دہلی) ص۵۵ (فوٹ نوٹ)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مسلمانوں کے زوال کے اسباب اور انکا تدارک

سلطانہ حیات B ۲/۴ ریور بنک کالونی۔ لکھنؤ

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ دنیا میں مسلمانوں کا وقار بحیثیت ملت دن بدن گھٹتا جارہا ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے گھر والے بے گھر اور وطن سے بے وطن کرنا آسان بنتا جارہا ہے۔ ان کا قتل عام، عام ہو چکا ہے۔ اور جس طاقت کا جی چاہتا ہے ان کو پیٹ لیتی ہے۔ کیونکہ سب جانتے ہیں کہ مسلمانوں میں اب اتنا دم خم نہیں ہے کہ وہ مؤثر طریقہ پر اپنی یا ایک دوسرے کی مدد کرسکیں۔ دیگر طاقتوں کے علاوہ ہم خود بھی آپس میں لڑکر اپنی طاقت کو ختم کر رہے ہیں۔ مختصر یہ مسلمانانِ عالم ایک بکھری ہوئی بے اثر اکائی بن گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے دنیا میں ان کا خون ارزاں ہوتا جارہا ہے۔

مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ کو اس افسوسناک حالت کا پوری طرح احساس ہے اپنی حالت بدلنے کے لیے مختلف ممالک میں مختلف کام بھی کیے گئے ہیں۔ جو اچھے ہیں لیکن مسلم اہل دانش محسوس کر رہے ہیں کہ ہم سب ایک ایسی کشتی پر سوار ہیں جس کی پتواریں ہمارے ہاتھوں میں نہیں ہیں۔ وقت کا دھارا ہمیں تیزی کے ساتھ بہائے لئے چلا جارہا ہے۔ ڈر ہے کہ نامعلوم کب اور کہاں یہ بے پتوار کی کشتی کسی چٹان سے ٹکراکر پاش پاش نہ ہو جائے۔

اس ادبار کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانانِ عالم موجودہ زمانے سے صدیوں پیچھے ہونے کی وجہ سے تیزی کے ساتھ زوال پذیر ہیں۔ دوسری طرف ایمٹی دور اپنی تمام قہرسامانیوں کے ساتھ آرہا ہے زمانہ کے ساتھ تجارت، صنعت۔ بنکوں کا لین دین۔ مالیات کا پورا نظام وغیرہ تیزی کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔ ڈر ہے کہ دنیا اتنی آگے نہ نکل جائے کہ مسلمان اس کی گرد کو بھی نہ پا سکیں۔ دنیا کا اصول ہے کہ جو زمانہ کے ساتھ نہیں چل سکے گا۔ وہ دوسروں کے رحم و کرم پر جیئے گا اور اس کی اپنی کشتی کی پتواریں دوسروں کے ہاتھ میں رہیں گی۔

اس جدید دور میں صرف وہی قومیں برسر اقتدار آئیں گی اور باعزت زندگی بسر کرسکیں گی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جن میں جدید دور اور اس کے تانے بانے کو سمجھنے کی اہلیت ہوگی۔ جن میں اتنی قابلیت ہوگی کہ وہ جدید ترین علوم و فنون حاصل کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ان کی صحتیں اچھی ہوں گی۔ بغیر اچھی صحت کے اعلیٰ دماغی کام نہیں ہو سکتا ہے۔ جن کے گھر اور زندگی منظم ہوگی۔ بغیر تنظیم کے کام کرنے کا وقت نہیں مل سکتا ہے۔ جب ہی وہ اپنے بچوں کو آنے والی دنیا میں چلنے اور باعزت طریقے سے جینے کے قابل بنا سکیں گی۔ حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا کی باگ ڈور ہمیشہ کی طرح اپنے زمانہ کی ہوشمند قوموں کے ہاتھ میں رہے گی۔

تاریخ بتاتی ہے کہ جب کبھی دنیا میں مادی ترقی کا نیا راستہ کھلتا ہے تو پسماندہ قوموں کو آگے بڑھنے کا موقع مل سکتا ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم مسلمانوں میں اتنی اہلیت ہے کہ ہم اس مادی ترقی یا تہذیبی موڑ سے جو ایٹمی طاقتوں کی دریافت کی وجہ سے آ رہا ہے پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟ اور کیا مختلف ممالک میں رہنے اور اپنے اپنے وطنوں سے خلوص کے ساتھ محبت کرنے کے باوجود بھی ایک مضبوط اکائی بن سکتے ہیں؟

قرآن پاک میں خالق کائنات فرماتا ہے کہ:

"کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ" (سورۃ آل عمران: ۱۱۰)

ترجمہ: اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لئے میدان میں لایا گیا ہے۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو۔ بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

یہ کتنی قابل فخر بات ہے کہ اللہ پاک نے امت محمدی کو بہترین گروہ قرار دے دیا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر ہم عقل و ہوش سے کام لیکر اللہ پاک کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں گے تو وہ اپنی رحمت سے ہمیں بہترین گروہ بنا دے گا۔ زندگی بسر کرنے کا راستہ قرآن پاک سے ملتا ہے۔ وہی مسلمانوں کا اثاثہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے۔ اور انہیں ہدایتوں پر چل کر رسول اکرم نے صرف ۲۳ سال کے مختصر عرصہ میں زمانے اور وقت کے دھارے کو موڑ دیا تھا۔ وہی ہدایت آج بھی ہمارے پاس موجود ہے۔ اس کے باوجود پوری امت ادبار کا شکار ہے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہم قرآن کو ٹھیک طرح سمجھ نہیں رہے ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ورنہ جس کی راہ نمائی قرآن کرے وہ زمانے کی دوڑ میں پیچھے نہیں رہ سکتا کیونکہ قرآن کا بھی خالق کائنات ہے۔

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

ہر زوال کی سینکڑوں وجوہ ہوتی ہیں اور مسلمانوں نے قرآن کو سمجھنے اور برتنے میں چند بنیادی غلطیاں کی ہیں۔ ان میں سے خاص غلطیاں یہ ہیں۔

۱۔ ہم نے قرآن پاک کو صرف ایک برکت کی چیز سمجھ لیا ہے۔ اور یہ بھول گئے کہ اللہ پاک کے فرمان کے بموجب قرآن حکیم رہتی دنیا تک کے لئے ہدایت ہے۔ ظاہر ہے کہ مادی دنیا ترقی کرے گی۔ اور اس کے ساتھ انسانوں کی سمجھ اور عقل نیز ضرورتوں کی نوعیت اور معیار بدلے گا۔ اس حقیقت سے خالق کائنات سے زیادہ کون واقف ہو سکتا ہے؟ اس نے قرآن حکیم میں وہ عبارت اور الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جن کو بدلے بغیر ہر زمانہ میں اس دور کے علوم کی مدد سے زیادہ گہرائی سے سمجھا جا سکتا ہے۔ قرآن کے معنی کو اپنے دور کے لحاظ سے سمجھنا اس لئے ضروری ہے۔ کہ انسان کی ساخت ایسی بنائی گئی ہے کہ اسکو یقین کامل دلائل اور حقائق کی روشنی میں ہی حاصل ہوتا ہے ہم نے قرآن پاک کو ہر دور کے لحاظ سے سمجھا نہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی زندگی کے خد و خال باقی رہ گئے۔ اور اسلامی روح غائب ہو گئی۔ جو کہ اسلامی احکام کو اپنے دور کے لحاظ سے سمجھنے کے بعد ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

گذشتہ ۹۔۱۰ صدیوں سے (مسلمان اپنی نسلوں کو ورثہ میں اسلامی روح کے بجائے اپنے ملک کی روایات دیتے رہے ہیں)۔ نتیجہ میں ہم روایات کے حامل ہیں اور اسلامی روح سے بیگانہ ہیں۔ اور یہی ہمارے زوال کی خاص وجہ ہے۔

۲۔ زندگی کا حسن توازن۔ اسلامی معاشرے کی جان زندگی بسر کرنے کا حسن توازن ہے ہم کچھ احکام کو بجا لانے میں حد سے تجاوز کر گئے۔ جس کی وجہ سے توازن بگڑ گیا۔ مثلاً عورتوں کیساتھ پردے کے متعلق احکام میں اتنی زیادہ سختی برتی کہ وہ علوم و فنون سے محروم ہو گئیں۔ ان کی دنیا جب چار دیواری تک محدود ہو گئی تو ان کو اپنی عقل و سمجھ کو جلا دینے کا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

موقع نہیں ملا۔ دنیا اور اس کی ترقیوں سے بے خبر ہو کر وہ دنیا کے معیار سمجھ اور عقل سے پیچھے رہ گئیں۔ اور اب ہم عورتیں واقعی ناقص العقل ہیں اور ناقص العقل اولاد پیدا کر رہی ہیں کیونکہ بچہ کی صحت اور تربیت اس کی پیدائش سے پہلے ہی بننا شروع ہو جاتی ہے اور بہترین وقت ۴۔۵ سال کی عمر تک رہتا ہے اور اسی عمر میں ہی اس کو اپنی ماں اور بہنوں کی صحبت اور تربیت ملتی ہے اور تربیت جدید دور سے صدیوں پیچھے ہے۔ ہم نے ہوائی جہاز، موٹر اور دیگر مشینوں کا استعمال تو سیکھ لیا ہے۔ مگر ہمارے دماغ جدید طرز فکر سے ناآشنا ہیں۔ ہم میں ابھی وہ سوجھ بوجھ وغیرہ پیدا نہیں ہوئی ہے۔ جس کی اس دور میں ضرورت ہے۔ یا جس سے ریگستانوں کو گلزار بنایا جا سکتا ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ مسلمان دنیا میں زر زمین۔ اور ذرائع پیداوار کے مالک ہونے کے باوجود دنیا کی محفل میں بے اثر ہیں اور سنا ہے کہ ہر مسلم ملک میں آج تک نچلے طبقہ میں غربت تکلیف دہ حد تک باقی ہے۔

۲۔ تعلیم :

مسلمانوں میں عام طور پر دو طرح کی تعلیم کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ایک تو مذہبی تعلیم جس کی انتہا ایک مدت تک درس نظامیہ کی تکمیل تک تھی۔ دوسرے جدید تعلیم! ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ جدید علوم مثلاً سائنس ٹکنالوجی وغیرہ کی مدد سے قرآن کریم اور احادیث وغیرہ کا علم بھی بچوں کو دیا جاتا۔ مذہبی تعلیم دینے والے اداروں کا نصاب ایسا ہے کہ وہاں سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد جو طلبا ر نکلتے ہیں ان میں سے عموماً موجودہ کارزار حیات میں پچھلی صفوں میں بھی علمی لحاظ سے شامل ہونے کے قابل نہیں ہوتے۔ حالانکہ اسلام میں دنیا اور دین ایک ہی مانا گیا ہے۔ اور ہماری مروجہ تعلیم ایسی ہے کہ دنیا اور دینوی تعلیم میں کوئی تال میل نہیں ہے حالانکہ مسلمان کو اخلاق اور کردار صرف قرآن پاک ہی دے سکتا ہے۔

آبادی کے تناسب سے بہت سے ملکوں میں مسلمان لڑکے اور لڑکیوں کو کم ہی جدید مروجہ تعلیم حاصل کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور جو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس پر بھی توجہ دینے کی اشد ضرورت ہے کیونکہ زمانہ کروٹ بدل رہا ہے ہم جس کو جدید طرز تعلیم کہتے ہیں وہ بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

متمدن قوموں کے لحاظ سے فرسودہ نظام ہے۔ دنیا میں تمام ترقیوں کی کنجی جدید سے جدید تعلیم رہے گی۔ اور ہم مسلمانوں نے اس طرف ابھی زیادہ توجہ نہیں دی ہے۔

۴۔ جدید دور سے بے نیازی:

صدیوں پرانی تربیت پانے کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے۔ کہ عام اعلیٰ تعلیم یافتہ پڑھے لکھے مسلمان بھی جدید طرز فکر اور موجودہ دور کے مسائل سے بڑی حد تک ناواقف ہیں۔ مثلاً ایسے مسلمان شاید انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں۔ جو سائنس کی مختلف شاخوں اعلیٰ اور بڑی صنعتوں، ملکوں کے آپس کے لین دین کے جدید نظام سے واقف ہوں۔ یا واقف ہونا چاہتے ہوں۔ چنانچہ دنیا کا بہت سا کاروبار ان کے سروں پر سے نکل جاتا ہے اور ان کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اور ستم یہ ہے کہ وہ ان مسائل پر سوچنا بھی نہیں چاہتے ہیں۔ مثلاً ہندوستان میں طلباء پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری حاصل کرنے کے لئے جو موضوع لیتے ہیں۔ وہ عموماً ماضی یا بہت ہوا تو حال سے متعلق ہوتا ہے۔ مستقبل کیا ہے۔ اس کے لئے کیا کرنا ہے۔ اس موضوع پر تو ہمارا اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی کم ہی سوچتا ہے۔ اگر یقین نہ آئے تو ہر ہندوستان، ایران اور پاکستان وغیرہ کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لیجئے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پوری مسلم ملت مستقبل سے بے خبر ماضی میں جینا چاہتی ہے۔

۵۔ بے حسی:

ایک بہت خطرناک رجحان مسلمانوں کے کھاتے پیتے اچھے مالی حالت والے طبقہ میں جو کہ اپنی حالت سے مطمئن ہیں یہ پیدا ہو رہا ہے کہ جس طرح سے وہ مطمئن ہیں۔ اس طرح پوری ملت محمدی آرام سے زندگی بسر کر رہی ہے۔ انکو معلوم ہی نہیں کہ مسلمانوں کے عروج کے معنی کیا ہوتے ہیں یہ بے حسی سوجھ بوجھ کی علامت کے ساتھ طاقت پرواز کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ اور اپنی اس حالت کو وہ توکل کا نام دیتے ہیں۔ حالانکہ اسلامی توکل اور بے حسی میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ بے حسی خواہ امیر طبقہ میں ہو یا غریب میں، کسی بھی ملت کے لئے کینسر سے زیادہ مہلک ہے

© rasailojaraid.com